# پاکستان کی نظریاتی اساس ۔ دعوے اور عمل

محمد نواز ۔ ایم ۔ اے

(۲)

نظریۂ پاکستان کی اوّلین بنیاد اسلام اور صرف اسلام پر مبنی قومیت کے جداگانہ تصور پر قائم تھی اور اس کے ساتھ اس کی دوسری اساس جمہوریت تھی ۔ قائداعظم مرحوم کے بعد ہر دور کے حکمرانوں نے جیسے اسلام اور نظریہ پاکستان کی مدح سرائی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی بعینہ اسی طرح جمہوریت کی اہمیت اور ضرورت پر بھی بڑی قصیدہ خوانی کی یہاں تک کہ جمہوریت کے قاتلوں نے بھی اس کے حق میں وعظ کہے ۔

یہ واقعہ ہے کہ پاکستان جمہوریت اور جمہوری جدوجہد کے نتیجے میں قائم ہوا تھا ۔ اس کی بقا اور اس کے استحکام کا انحصار بھی جمہوریت اور جمہوری اداروں کے ذریعے ممکن ہے ۔ اگر پاکستان میں جمہوریت کی راہ نہ روکی جاتی تو یہ ملک نہ صرف مستحکم ہوتا بلکہ جلد یا بدیر اسلامی نظام کی نعمت سے بھی بہرہ ور ہو سکتا تھا ۔ لیکن بدقسمتی سے یہاں جمہوری روایات جڑ نہ پکڑ سکیں اور ایوب خان کے مارشل لا نے اس کے رہے سہے امکانات بھی ختم کر دیئے ۔ ایوب خان جو پاکستان میں جمہوریت کا سب سے بڑا قاتل خیال کیا جاتا تھا اُسے بھی اپنے اس جرم کا احساس تھا ، اس پر پردہ ڈالنے کے لیے اسے اپنی قوم کو بار بار یقین دلانا پڑا تھا اور یہ اعلان کرنا پڑا تھا کہ ؛

"میں صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ ہمارا آخری مقصد یہ ہے کہ جمہوریت کو بحال کیا جائے" ۔[۲۵]

(پہلی نشری تقریر ۸ ؍ اکتوبر ۱۹۵۸ء)

---

۲۵؎ پروفیسر خورشید احمد ۔ آئین کی تدوین ص ۱۳۸

پھر اپنی پہلی پریس کانفرنس میں یہ یقین دلایا کہ:

" ملک صرف میرا نہیں بلکہ ان سب کا ہے جو اس میں رہتے ہیں اس لیے کسی مرحلہ پر ان سے حکومت کو وابستہ کرنا ہو گا" (۱۰ / اکتوبر ۱۹۵۸ء)[۲۵]

" نمائندہ حکومت کا قیام ملک کے مستقبل کے لیے ضروری ہے" (خطاب ۲۳ / مارچ ۱۹۵۹ء)[۲۶]

نظریہ پاکستان کی اس واضح اور مبہم تشریح کے باوجود ایوب خاں نے اپنی کابینہ کے دو نامور وزراء منظور قادر مرحوم اور ذوالفقار علی بھٹو کی مدد سے ۱۹۶۲ء میں جو دستور تصنیف کر کے قوم کو دیا تھا وہ نہ اسلامی تھا اور نہ جمہوری ـــــ اس دستور کے نفاذ کے بعد جب ملک میں سیاسی سرگرمیاں بحال ہوئیں تو ملک کے دونوں حصوں میں اس دستور کے خلاف زبردست ردعمل پیدا ہوا جس کے نتیجے میں ایوب خاں کو اپنے دستور میں نظریۂ پاکستان کے مطابق ضروری ترامیم کرنی پڑیں۔ اس دستور میں پہلے پاکستان کو محض "جمہوریہ" قرار دیا گیا تھا نئی ترمیم کے ذریعے اسے دوبارہ "اسلامی جمہوریہ" تسلیم کر لیا گیا۔ دستور میں پہلے قرارداد مقاصد کو شامل نہیں کیا گیا تھا مگر بعد میں رائے عامہ کے زور کو دیکھ کر اسے بھی شامل کر دیا گیا۔ رائے عامہ کے دباؤ ہی سے مجبور ہو کر بنیادی حقوق اور ان تمام اسلامی دفعات کو جو پاکستان کے سابق دساتیر میں درج تھیں بالآخر ۱۹۶۲ء کے دستور میں بھی شامل کر دیا گیا۔

ایوب خاں کے زوال کے بعد آغا محمد یحییٰ نے ملک کے دوسرے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے ملک کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تو اس نے اپنے قانونی ڈھانچہ کے پہلے فرمان کے ذریعے نظریہ پاکستان کے تحفظ کی مکمل ضمانت دی۔ پاکستان کے پہلے عام انتخابات اسی قانونی ڈھانچہ کے تحت ہوئے۔ ملک کی تمام سیاسی جماعتوں نے اس قانونی ڈھانچہ کو تسلیم کر کے انتخابات میں حصہ لیا۔ ملک کی وہ جماعتیں بھی جن کا تعلق بائیں بازو سے تھا۔ اور جن کے منشوروں میں سیکولرازم اور سوشلزم شامل تھا۔ اور جو ملک میں لسانی، علاقائی اور قبائلی تعصبات بھڑکا رہی تھیں، قانونی ڈھانچہ کی وجہ سے نظریۂ پاکستان کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئیں اور انہوں نے اپنے انتخابی پروگرام میں نظریۂ پاکستان کے تحفظ کا اقرار و اعلان کیا۔

ان انتخابات میں بائیں بازو سے تعلق رکھنے والی بڑی بڑی پارٹیوں اور ان کے لیڈروں نے پاکستان کی

---

۲۶، ۲۵ پروفیسر خورشید احمد ـــــ آئین کی تدوین ص ۱۳۸

نظریاتی اساس کے بارے میں جو موقف اختیار کیا تھا وہ روزنامہ "ڈان" (۲۹ نومبر ۱۹۷۰ء) کی رپورٹ کے مطابق حسب ذیل تھا:

۱۔ پاکستان عوامی لیگ:۔

"اسلام کا اس حیثیت سے اعتراف کہ یہ عوام کی عظیم اکثریت کا گہرا اور راسخ دین ہے اور اس بات کی ضمانت کہ کوئی قانون قرآن وسنّت کے خلاف وضع نہیں کیا جائے گا۔ نیز اس امر کی ضمانت کہ تمام مذہبی ادارات کے تقدس کی حفاظت کی جائے گی اور دینی تعلیم کا احترام تمام سطحوں پر کیا جائے گا۔"

۲۔ نیشنل عوامی پارٹی:۔

"ملک کی محبت، اس کے اتحاد اور خوش حالی کی سعی، اسلامی نظریہ حیات اور اسلامی اصولوں کی پاسداری، نیز آزادی اور اخوت کے ان اصولوں کی ترویج جو قرآن وسنّت میں مرقوم ہیں۔"

نظریۂ پاکستان کے اس اعتراف واظہار کے باوجود یہ پارٹیاں نظریۂ پاکستان اور ملک وملت کے حق میں بے وفا ثابت ہوئیں۔ یہ بات ان کے علم میں تھی کہ پاکستان میں رہ کر وہ نظریۂ پاکستان کی علانیہ مخالفت نہیں کر سکتیں۔ ملتِ پاکستان کو اگر دھوکا دیا جا سکتا ہے اور ملک اور قوم کے خلاف اگر کوئی سازش کی جا سکتی ہے تو اس کی واحد صورت یہ ہے کہ ایک طرف نظریہ پاکستان کا راگ اونچے سُروں میں الاپا جائے تاکہ لوگ مطمئن رہیں کہ اُن کے ساتھ فریب نہیں ہو رہا ہے اور دوسری طرف ملک اور قوم کے دشمنوں کے ساتھ ساز باز کر کے اس ملک کی سالمیت پر کاری ضرب لگائی جائے۔ چنانچہ ان دونوں پارٹیوں نے منافقت اور غداری کا ڈرامہ سٹیج کر کے ملک کو بالآخر ایسے المناک انجام سے دوچار کیا جس کے مقابلے میں ہسپانیہ کے المیے گرد ہو کر رہ گئے۔ اس المناک داستان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، یہاں یہ بات واضح کرنا مقصود ہے کہ نظریۂ پاکستان اتنی واضح حقیقت تھی جس کا انکار بائیں بازو کے انتہا پسند عناصر بھی کھل کر نہ کر سکے۔

۳۔ پاکستان پیپلز پارٹی:

پاکستان پیپلز پارٹی کا کھلا ننگا تعلق بائیں بازو سے تھا، اس کے قائدین کے اعلانات اور اس کی سیاسی سرگرمیوں کا ہدف صاف طور پر سوشلزم اور صرف سوشلزم تھا، مگر اس پارٹی کو بھی نظریۂ پاکستان کی علانیہ مخالفت کی جرأت نہ ہوئی، اس نے عوام کو مغالطہ دینے کے لیے صاف طور پر اقرار کیا کہ:۔

"اسلام ہمارا مذہب ہے، جمہوریت ہمارا سیاسی مسلک ہے اور سوشلزم ہماری معیشت ہے"

"دین اسلام کے محترم تصورات کی تعمیل تاکہ ایسی غیر طبقاتی سوسائٹی وجود میں آسکے جو معاشیات اور سماجی انصاف اور اخوت و مساوات پر مبنی ہو۔ یہ وہ مقصد ہے جو اسلام کے سیاسی و سماجی اخلاقیات کا متقاضی ہے" (حوالہ بالا)

پیپلز پارٹی نے سوشلزم کا بڑی شد و مد کے ساتھ نعرہ لگایا تھا مگر جب ملک میں اس کے خلاف شدید ردعمل پیدا ہوا تو سوشلزم کے مقابلہ میں "مساوات محمدی" کی اصطلاح اپنا لی گئی اور سوشلزم کے ساتھ "اسلامی" کا اضافہ کر لیا گیا۔ پیپلز پارٹی کی طرف سے نظریاتی اعتبار سے یہ پسپائی تھی یا عوام کو جھانسہ دینے کی ایک سعی ناکام۔ حقیقت حال کچھ بھی ہو اسلام کے ساتھ عقیدت و وابستگی کے اس اظہار و اعلان کے باوجود پیپلز پارٹی نے سوشلزم کو عوام میں مقبول بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ ملک کے دو ٹکڑے ہو جانے کے بعد اس پارٹی کے چیئرمین نے ملک کی باگ ڈور سنبھالی۔ ملک کا تیسرا چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بننا پسند کیا اور وہ ایک عرصہ تک اس بات پر بضد رہے کہ ملک پر مارشل لاء مسلط رہے، کچھ عرصہ بعد انھوں نے ایک عبوری دستور نافذ کیا جس میں اگرچہ زیب داستان کے طور پر اسلام اور جمہوریت کا نام استعمال کیا گیا تھا مگر دراصل وہ مارشل لاء ہی تھا جسے آئینی اور دستوری شکل دے دی گئی تھی۔

جب پیپلز پارٹی کے سربراہ نے مستقل دستور کا مسودہ قومی اسمبلی کے سامنے پیش کیا تو اس میں بھی ایوب خاں کے دستوری مسودہ کی طرح پاکستان کو محض "جمہوریہ" قرار دیا گیا تھا اور اس کے ساتھ "اسلامیہ" کے اضافہ کو غیر ضروری خیال کیا گیا تھا۔ "سوشلزم" کو اس دستوری مسودہ میں جگہ دی گئی تھی۔ تاکہ پاکستان میں اسلام کے مقابلے میں اس کے نظریاتی وجود کو نہ صرف تسلیم کر لیا جائے بلکہ اسے دستوری اور آئینی تحفظ بھی حاصل ہو جائے۔ اس طرح پاکستان پیپلز پارٹی نے اس دستوری مسودہ کے ذریعہ پاکستان کی نظریاتی اساس پر بھرپور وار کیا اور جمہوری اصطلاحات کے پردے میں ملک کے لیے آمرانہ نظام کا ڈھانچہ تجویز کیا۔

ان ساری مساعی نامحمود کے باوجود پیپلز پارٹی اپنے ارادے میں ناکام رہی۔ اگرچہ وہ مقبولیت کے بام عروج پر تھی مگر جب عوام نے اس کے ان خلاف اسلام اور مخالف جمہوریت اقدامات کو دیکھا تو ان

میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی، عوامی ضمیر تڑپ اٹھا، منتشر اور کمزور حزب اختلاف نے بے مثال جرأت سے کام لے کر رائے عامہ کو اپنا ہمنوا بنا لیا - اور حکمران گروہ پر رائے عامہ کا شدید دباؤ ڈالا۔

حکمران جماعت بالآخر اس عوامی دباؤ کے سامنے جھک گئی - اس نے دستور سے سوشلزم کی اصطلاح کو نکال دیا، نظریہ پاکستان کو واضح طور پر تسلیم کیا - اور اسے تمام سابقہ دساتیر کی اسلامی دفعات کو اپنے دستور میں جگہ دینی پڑی - مملکت کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" تسلیم کر لیا گیا - حزب اختلاف نے اپنے تمام مطالبات تسلیم کرا لیے اور دستور پر متفق ہو گئی - اس دستور میں اب نظریہ پاکستان پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے۔

اس دستور کی نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں:-

۱ - اسلام اور صرف اسلام ہی پاکستان کی اساس ہے اور اسلام ہی پاکستان کا سرکاری مذہب ہے -

۲ - ملک کا نظام جمہوریت کے مسلمہ اصولوں کے مطابق چلے گا -

۳ - پاکستان میں اسلام کے ماسوا کسی نئے "ازم" یا کسی نئے مدعی نبوت کے لیے کسی قسم کی گنجائش موجود نہیں اور ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے والا شخص غیر مسلم تصور کیا جائے گا -

۴ - اس بات کی ضمانت دی گئی کہ ملک میں کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا، اور قوانین کو قرآن و سنت کے قالب میں ڈھالا جائے گا -

۵ - یہ بھی طے کر دیا گیا کہ پاکستان کے مسلمانوں کی زندگیوں کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے اور ایسے مواقع بہم پہنچائے جائیں گے کہ وہ قرآن و سنت کی روشنی میں زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں - اور پاکستان میں صحیح اسلامی معاشرہ کی تشکیل و تعمیر ہو سکے۔

۶ - بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت بھی دی گئی - بعض خامیوں کے باوجود اس متفقہ دستور میں نظریہ پاکستان کو کافی حد تک سمو دیا گیا۔

پاکستان کے حکمران اور سیاسی رہنماؤں کی نمائندہ تقریروں اور تحریروں اور ملک کے اب تک کے تمام دستوری دستاویزات کی روشنی میں ہم بلاخوف تردید حسب ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں:-

۱ - پاکستان کے حصول کا مقصد صرف اور صرف اسلامی معاشرہ کی تشکیل و تعمیر تھا - برصغیر کے مسلمانوں نے اسی مقصد کے لیے جان و مال اور عزت و آبرو کی قربانیاں پیش کی تھیں - جو لوگ قیام پاکستان کے

مادی یا معاشی محرکات کی نشاندہی کرتے ہیں - وہ غلطی پر ہیں کیونکہ اگر پاکستان کا مقصد معاشی یا مادی ہوتا تو برصغیر کے وہ مسلمان جو اقلیتی علاقوں سے تعلق رکھتے تھے تحریک پاکستان میں پیش پیش نہ ہوتے - یہ تحریک وسط ہند سے اُٹھنے کے بجائے پنجاب، سندھ، بلوچستان، سرحد اور بنگال جیسے مسلم اکثریتی علاقوں سے اُٹھتی، تحریک کی قیادت و رہنمائی انہی علاقوں کے مسلمانوں کو حاصل ہوتی اور اکثریتی علاقوں کے مسلمان پاکستان کے لیے مقابلتاً زیادہ قربانیاں پیش کرتے - مگر یہ ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان کی لہریں مسلم اقلیتی علاقوں میں جتنی تند و تیز تھیں اکثریتی علاقوں میں اتنی تند و تیز نہ تھیں - آخر وہ کونسا مادی یا معاشی مفاد ایسا تھا جس پر فریفتہ ہو کر یو پی - سی پی اور بہار کے مسلمانوں نے اپنی جان، مال اور اپنی عزت و آبرو حتیٰ کہ اپنی آیندہ نسلوں کے مستقبل تک کو داؤں پر لگا دیا تھا -

۲ - پاکستان میں اسلام کو متنازعہ فیہ حیثیت حاصل نہیں - ہر حکومت نے اسلام کا نام استعمال کیا، ہر پارٹی نے اسے اپنے منشور میں جگہ دی - ہر لیڈر نے بڑے زور سے اسلام ہی کا نعرہ لگایا - وہ لوگ جو ملک توڑنے کے درپے تھے انہوں نے بھی اسلام کا نام لیا - وہ بھی جنہوں نے اپنی آمریت کے تخت سجائے، اسلام ہی کا راگ الاپتے رہے اور وہ بھی جو ملک سے اسلام کو ختم کر کے، سوشلزم، سیکولرزم اور جاہلی ثقافتوں، جاہلی تعصبات اور علاقائی قومیتوں کا پرچار کر کے ملک کی نظریاتی حیثیت کو ختم کرنا چاہتے تھے - اور ملکی سالمیت کو برباد کرنا چاہتے تھے، اسلام کا نام لینے پر مجبور ہوئے کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس ملک میں اسلام کا ٹھپہ لگائے بغیر ان کا کوئی سکہ نہیں چل سکتا - چونکہ عوام اسلام کے ساتھ محض جذباتی لگاؤ رکھتے ہیں - انہیں اسلام کا صحیح شعور نہیں لہٰذا ہر کھوٹے سکے پر اسلام کا لیبل لگا کر اسے چلایا جا سکتا ہے -

۳ - یہ بات بھی ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ جس طرح اسلام پاکستان کے قیام کا سبب بنا تھا اسی طرح اس کے بقا و استحکام اور اس کی سالمیت بھی اسلام اور صرف اسلام کے ساتھ وابستہ ہے - جو لوگ پاکستان میں اسلام کی راہ روکنے کی سازش میں مصروف ہیں وہ دراصل اس ملک ہی کو ختم کرنے کے درپے ہیں -

پاکستان کی نظریاتی سرحدوں پر حملہ کرنے والے اس کی جغرافیائی سرحدوں پر حملہ کرنے والوں سے کم خطرناک نہیں بلکہ اُن کا حملہ کچھ زیادہ خطرناک ہے کیونکہ ہماری جغرافیائی سرحدوں پر حملہ کرنے والے دشمن ہماری

آزادی سلب کرنے کے درپے ہوں گے اور وہ ہمیں سیاسی اعتبار سے مفلوج کرنا چاہتے ہوں گے جب کہ ہماری نظریاتی سرحدوں پر حملہ کرنے والے مارہائے آستین ہمارے قومی اور ملی وجود ہی کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں مسلمان نام کی امت بحیثیت ملت کے ختم ہو جائے۔

۴۔ یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی نظریۂ حیات کے بھرپور اظہار کے لیے آمرانہ فضا سخت ناسازگار ہے۔ آمریت کی فضا میں اسلام اپنے حقیقی جوہر آشکارا نہیں کر سکتا، اس کے لیے موزوں فضا جمہوریت کی ہے۔ اگر جمہوریت ہوگی تو اسلامی نظریۂ حیات زندگی کے ہر میدان میں پیش قدمی کرے گا۔ جمہوریت کے بعد اسلامی معاشرہ کی تعمیر و تشکیل کا عمل جاری نہیں رہ سکتا۔ جمہوریت اور اسلام ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ یہاں اگر اسلام ہوگا تو جمہوریت ضرور ہوگی اور جمہوریت ہوگی تو اسلام غالب اور کارفرما طاقت کی حیثیت سے اُبھرے گا۔ اور یہ بات ملک اور قوم کی بقا کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اگر خدانخواستہ پاکستان میں جمہوریت کو فروغ نصیب نہ ہوا تو اسلام کی منزل دُور سے دُور تر ہوتی چلی جائے گی اور اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو پھر پاکستان کا دفاع اور تحفظ ممکن نہ ہوگا۔ پھر یہ ایک ایسا ملک ہوگا جسے دشمن بغیر کسی مزاحمت کے فتح کر لیں گے۔ اس لیے ملک اور قوم کا کوئی بھی بہی خواہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ملک کو جمہوریت سے محروم رکھا جائے یا ایسے نظام مملکت کی طرح ڈالی جائے جو جمہور کے اسلامی مزاج کے منافی ہو۔